MY ISLAMICUS
A Research Journal of Institute of Islamic Studies & Shariah, MY University Islamabad, Pakistan
https://myislamicus.com/index.php/myi Volume.1, Issue.1 (Dec-2024)

A study review of Imam Muhammad al-Ghazali's intellectual journey in the light Of Al munqidh min al- Dala

Rizwana kausar
M.Phil Research Scholar, Institute of Islamic Studies and sharia, MuslimYouth University, Islamabad.

Abstract:
Imam Muhammad al-Ghazali (450-505 AH) was a profound Islamic thinker whose intellectual contributions have left a lasting impact on Islamic philosophy, theology, and spirituality. His work Al-Munqidh min al-Dalal (The Deliverer from Error) provides a detailed account of his intellectual and spiritual journey, illustrating the trials and transformations he underwent in his search for the truth. This book serves as a key reflection of his thought, where he narrates the challenges he faced while exploring various sectarian beliefs and philosophical doctrines, aiming to distinguish truth from falsehood. Al-Ghazali's keen observations led him to critique the teachings of different schools, including those of the philosophers, theologians, and mystics, ultimately guiding him towards a deeper understanding of Islamic teachings. His critical dialogue with philosophers and his eventual embrace of Sufism further shaped his views, emphasizing the importance of spiritual purification alongside intellectual rigor. In the context of his time, marked by sectarian divisions and philosophical conflicts, al-Ghazali's insights offered a path to reconcile reason with faith and spirituality. His intellectual, spiritual, and moral teachings continue to serve as a valuable guide for Muslims today, especially in confronting contemporary issues such as materialism and moral relativism. This article explores al-Ghazali's journey in Al-Munqidh min al-Dalal and examines how his teachings can address modern challenges related to belief, ethics, and the pursuit of truth.

Keywords: Al-Munqidh min al-Dalal, misdirection, materialism, sectarianism, Sufism, Islamic teaching, right and wrong, straight path.

حق اور باطل دو مخالف قوتیں ہیں جو ازل سے آپس میں بر سر پیکار ہیں۔ باطل اپنے تمام تر شر پسند عناصر کے ساتھ حق پر حملہ آور ہوتا ہے لیکن مشکلات و مصائب کا مقابلہ کرنے کے بعد جیت ہمیشہ حق کا مقدر بنتی ہے۔ بد قسمتی سے مسلمانوں میں لڑائی جھگڑے، فتنہ و فساد اور فرقہ واریت جیسی برائیاں اپنے عروج پر ہیں اور آج مسلمان اس کشمکش کا شکار ہیں کہ کون حق پر ہے ؟اور کون باطل پر. چونکہ باطل نے حق کا لبادہ اوڑھ لیا ہے اور اہل باطل نے حق کو باطل سے اس طرح ملا دیا ہے کہ کسی بھی شخص کے لیے حق کو پہچانا مشکل ہو گیا ہے لہذا ہر دور میں موجود علمائے کرام نے ہمیشہ حق اور باطل کے امتیاز کو زمانے کے سامنے لانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ امام غزالی کا شمار ان اکابرین میں ہوتا ہے جنہوں نے حق کی تلاش کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی. اور تلاش حق کی راہ میں امام غزالی کو جن مراحل سے گزرنا پڑا ان تفصیلات کو امام غزالی نے اپنی تصنیف "**المنقذ من الضلال**" میں قلم بند کیا ہے۔

حجتہ الاسلام امام غزالی ایک مسلم مفکر ہیں "امام حجتہ الاسلام ابو حامد محمد بن محمد غزالی رحمتہ اللہ علیہ اکابر علمائے دین سے ہوئے ہیں۔ ۴۵۰ ہجری میں بمقام طوس پیدا ہوئے اور ۵۰۵ ہجری میں انہوں نے رحلت کی وہ اپنے زمانہ کے فاضل مجتہد اور حاوی علوم معقول و منقول تھے یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے تطبیق بین المعقول والمنقول کا طریق ایجاد کیا اور اس کو کمال پر پہنچایا۔ کتاب "**المنقذ من الضلال**" امام صاحب کی تصانیف سے ہے جو انہوں نے آخر عمر میں بمقام نیشاپور اپنے انتقال سے کچھ عرصہ پہلے تحریر فرمائی۔ اگرچہ یہ نہایت مختصر ہی کتاب ہے مگر اس میں بعض نہایت ضروری مطالب اور مضامین اہم بیان کیے گئے ہیں ایک خاص بات جو امام صاحب کی کسی اور تصنیف میں نہیں پائی جاتی اور صرف اسی تصنیف میں پائی جاتی ہے یہ ہے کہ اس میں امام صاحب نے اپنے خیالات کی مسلسل تاریخ بیان کی ہے اور ان میں جو جو تبدیلیاں اور انقلاب وقتاً فوقتاً واقع ہوئے ان کا عبرت انگیز طریق میں ذکر کیا ہے۔ غرض یہ کتاب آئینہ ہے امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کے واردات قلبی کا جس سے ان لوگوں کو جو تحصیل علوم فلسفہ کے شائق ہیں نہایت عمدہ نصیحت حاصل ہو سکتی ہے"[1]

"**المنقذ من الضلال**" (اجالوں کا سفر) آپ کی مایہ ناز تصنیف ہے۔ تلاش حق کی راہ میں آپ کو جن مراحل سے گزرنا پڑا. آپ نے اس داستان کو اپنی اس تصنیف میں قلم بند کیا ہے. امام غزالی نے اپنی اس تصنیف میں علوم کی غرض وغایت اور ان کے اسرار ورموز بیان کیے ہیں فرقوں کے متضاد راستوں سے راہ حق تلاش کرنے میں جن جن تکالیف کا سامنا انہیں سامنا کرنا پڑا اور تقلید کی پستیوں سے ابھر کر کیسے بصیرت کی بلندیوں پر پہنچنے کی جرات کی اور مذہب کی تاریکیوں اور ان کے شر سے کیسے پردہ سرکا یا ان سب باتوں کو بیان کیا ہے۔ امام غزالی نے "**المنقذ من الضلال**" میں بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے میں نے علم کلام سے کیا حاصل کیا؟ دوسرے نمبر پر اہل تعلیم جو کسی امام کی تقلید میں حق کو سمجھنے سے قاصر ہیں ان کے طریقوں سے مجھے کیا ملا؟ فلاسفہ کی تعلیمات سے میں نے کیا اخذ کیا؟ اور آخر کار کیوں کر میں طریقہ تصوف پر مطمئن ہوا؟ مخلوقات کے بیانات کی مسلسل اور لگاتار جستجو کے دوران حق کی روح مجھ پر کیسے ظاہر ہوئی؟ اور وہ کیا اسباب تھے جن کے تحت طلبہ کی کثرت کے باوجود میں نے بغداد میں اشاعت علم کو خیر باد کہا؟ اور پھر اتنی طویل مدت کے بعد میں نیشاپور کی طرف کیوں لوٹا؟ ان سب باتوں کو بڑی تفصیل کے ساتھ امام غزالی نے بیان کیا ہے. اس کتاب کی اصل زبان عربی ہے ۔ عقلیت پسندی کے اس دور میں جب لوگ ہر چیز کو یہاں تک کہ الہیات کو بھی عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کی کوشش کرتے ہیں امام غزالی کی یہ تصنیف "المنقد من الضلال" انتہائی مفید ہے۔ چنانچہ وقت کی ضرورت کے پیش نظر امام غزالی کی اس کتاب کا ترجمہ علامہ عبد الرسول ارشد[2] نے

1۔ مولوی سید ممتاز علی، **خیر المقال فی ترجمہ المنقذ من الضلال**، لاہور: مترجم چیف کوٹ پنجاب، ۱۸۹۰ء

2 ۔ علامہ عبد الرسول ارشد دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے فارغ التحصیل ہیں آپ نے عربی اور اسلامیات میں ایم اے کیا۔ عالم عربی کے امتحان میں

کیا۔اس آرٹیکل میں انہی کے کئے اردو ترجمے سے استفادہ کیا جائے گا۔

"امام صاحب نے جس زمانے میں ہوش سنبھالا اس وقت اسلام کی نہایت واضح اور آسان صراط مستقیم کو فرقوں کے اختلاف، مناظروں اور مجادلوں نے دھندلا کے رکھ دیا تھا۔ ہر فرقہ اپنے مزعومات کو حق اور دیگر فرقوں کے عقائد کو غلط کہتا۔ ہر فرقہ یہ دعویٰ کرتا کہ جو ان کے عقائد سے متفق ہے وہ سچا مومن ہے اور جو ان سے اختلاف کرتا ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ ان حالات میں راہ حق کو سمجھنا انتہائی مشکل کام تھا۔ امام غزالی کی حساس طبیعت کسی فرقے کے عقائد کو بغیر تحقیق کے قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھی اور تحقیق کی راہ میں بے شمار رکاوٹیں حائل تھیں اس صورتحال نے امام صاحب کی طبیعت میں ہیجان پیدا کر دیا۔ امام صاحب نے باطل سے حق کی تمیز کے لیے مختلف فرقوں کے عقائد اور تعلیمات کا نہایت امعان نظر سے مطالعہ کیا بلکہ ان کے علوم میں کمال حاصل کیا۔ متکلمین، فلسفیوں اور فرقہ باطنیہ کے علوم میں تبحر حاصل کیا اور پھر ان تمام فرقوں نے جہاں جہاں ٹھوکریں کھائی تھیں۔ ان مقامات کی نشاندہی کی اور ان کے مزعومات کی بڑے مدلل انداز میں تردید کی۔ اور آخر کار امام صاحب صوفیائے کرام کے مسلک کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ نے اکابر صوفیا کرام کی تصنیفات کا مطالعہ کیا اور بالآخر امام صاحب کو یقین ہو گیا کہ یہی طبقہ (یعنی طبقہ صوفیا) ہی حق پر ہے"[3]۔

اس موضوع پر پہلے تحقیقی کام ہو چکا ہے جو زیادہ تر امام غزالی کے فکری اور روحانی سفر کی تفصیلات سے متعلق ہے اس تحقیق میں ان کی ذاتی زندگی کے تجربات کو بیان کرتے ہوئے امت مسلمہ کو درپیش فکری، روحانی اور اخلاقی مسائل کا حل پیش کیا جائے گا۔ تاکہ امام غزالی کی فکر، جو خالصتاً اسلامی فکر ہے اس سے لوگ واقفیت حاصل کر سکیں۔

اس تحقیق کا اسلوب و منہج تحقیقی و تجزیاتی ہو گا۔ جس کے تحت امام غزالی کی فکر کا مطالعہ کرتے ہوئے اسے منظر عام پر لانے کی کوشش کی جائے گی تاکہ لوگ اس سے استفادہ کر سکیں۔

امام غزالی کے فکری سفر کا "المنقذ من الضلال" کی روشنی میں مطالعاتی جائزہ

گمراہی کا سبب فرقہ واریت ہے:

امام غزالی نے اپنی تصنیف **"المنقذ من الضلال"** میں فرقہ واریت کو گمراہی کی سب سے بڑی وجہ قرار دیا ہے۔ دراصل ہر فریق یہ سمجھتا ہے کہ ان کے عقائد درست ہیں اور وہ راہ حق پر ہیں اور وہ دوسرے فریق کے عقائد کو غلط قرار دیتے ہیں ۔ فرقہ واریت کی وجہ سے لوگ گمراہی کے راستے پر چل پڑتے ہیں اور تباہی ان کا مقدر بنتی ہے امام غزالی فرماتے ہیں۔

"کہ مخلوقات کی ادیان و ملل میں تقسیم، مذاہب میں آئمہ کا اختلاف اور ان کے گوناگوں مسلک اور فرقے اور ان کا

پنجاب بھر میں اول آئے جبکہ فاضل عربی میں گولڈ میڈل حاصل کیا آپ نے ۱۹۷۵ سے لے کر ۱۹۸۱ تک ضیاء القران پبلیکیشنز کی خدمات سرانجام دی ہیں۔

[3]۔امام محمد غزالی، **المنقذ من الضلال (اجالوں کا سفر)**، مترجم علامہ عبد الرسول ارشد، (ناشر ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور: اپریل ۱۹۹۹ء)، ص ۱۱۔۱۲۔

باہمی تضاد وہ اتھاہ سمندر رہے جس میں بے شمار لوگ غرق ہوئے اور بہت کم اس تباہی سے بچے ہیں۔"[4]

ذوق جستجو اور مطالعہ میں معروضیت:

ذوق جستجو ایک بہت بڑی دولت ہے اور امام غزالی کو اللہ تعالی نے یہ دولت وافر مقدار میں عطا فرمائی۔ امام غزالی حساس طبیعت کے مالک تھے ان کی حساس طبیعت اور ذوق جستجو کسی بھی فرقے کے عقائد کو بغیر تحقیق کے قبول کرنے سے قاصر تھی۔ چنانچہ امام صاحب نے ہر فرقے کے عقائد کا مطالعہ کیا وہ لکھتے ہیں۔

"میں ہر فرقے کے عقائد کی چھان پھٹک کرتا ہوں. ہر گروہ کے مذہب کے اسرار و رموز پر آگاہی حاصل کرتا ہوں تاکہ میں سچے اور جھوٹے کے درمیان تمیز کر سکوں اور مجھے معلوم ہو سکے کہ راہ سنت کا پیروکار کون ہے اور بدعتی کون ہے۔"[5]

امام صاحب کے ذوق جستجو کی اس بے قراری کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ تقلید کے بندھن سے آزاد ہو گئے۔ اور ان کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ معلوم کیا جائے کہ "فطرت اصلیہ" کی حقیقت کیا ہے اور اساتذہ اور والدین کی تقلید سے جو عقائد اختیار کیے جاتے ہیں ان کی حقیقت کیا ہے. امام صاحب نے اپنی تمام تر توجہ اس طرح مبذول کی. کیونکہ امام غزالی نے یہ حدیث سن رکھی تھی وہ لکھتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

"ہر بچے کی ولادت فطرت پر ہوتی ہے اور اس کے والدین ہی اسے یہودی، نصرانی اور مجوسی بناتے ہیں."[6]

امام غزالی کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اصل حقیقت (حقیقت علم) کیا ہے اس کے بارے میں جانا جائے۔

امور کی حقیقتوں کا علم (علم کی حقیقت کی تلاش):

امام غزالی کا بنیادی مقصد امور کی حقیقتوں کا علم حاصل کرنا تھا تاکہ وہ یہ پتہ لگا سکیں کہ علم کی حقیقت کیا ہے "**المنقذ من الضلال**" میں امام غزالی فرماتے ہیں۔

"علم یقینی وہ ہے جس میں معلوم (جس چیز کا علم حاصل ہو) اس طرح منکشف ہو کہ اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہ رہے اور نہ ہی اس میں وہم اور غلطی کا کوئی امکان باقی رہے، بلکہ غلطی کے تصور کی بھی گنجائش نہ رہے"[7]

یعنی انسان کا علم یقین اس درجہ پر ہو کہ اگر کوئی پتھر کو سونا اور عصا کو سانپ بنا کر دکھا دے تب بھی اس کے اپنے علم میں شک وشبہ پیدا نہ ہو ۔ پتھر کو سونا اور عصا کو سانپ بنانے والے کی مہارت پر تعجب تو ہو سکتا ہے لیکن اپنے علم کے بارے

---

4 ۔ نفس مصدر ۱۴۔

5 ۔ نفس مصدر ۱۵۔

6 ۔ محمد بن اسماعیل بخاری: **الجامع الصحیح**، کتاب جنازے کے احکام و مسائل، باب مشرکین کی نابالغ اولاد کا بیان، جلد ۲، حدیث ۱۳۸۵۔

6۔ نفس مصدر ۱۷

میں شک پیدا نہیں ہو سکتا۔ غور و فکر کے بعد امام صاحب پر یہ بات منکشف ہوئی کہ مجھے اس معیار کا علم حاصل نہیں ہے انہوں نے اپنے علوم کا جائزہ لیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ پیچیدہ مسائل کو حسیات اور ضروریات کی روشنی میں حل کیا جائے۔

حسیات اور ضروریات کے متعلق تحقیق:(محسوسات اور بدیہیات):

امام غزالی نے محسوسات کا گہرائی سے جائزہ لینے کی کوشش کی تو تفکر و تدبر کے معمولی سفر کے بعد ان پر یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ حسیات پر بھی آنکھ بند کر کے یقین نہیں کیا جاسکتا کیونکہ محسوسات میں سب سے زیادہ معتبر بصارت ہے لیکن تجربے سے اس کا غیر یقینی ہونا بھی ثابت ہو جاتا ہے مثلاً سورج سے پیدا ہونے والا سایہ بظاہر ٹھہرا ہوا نظر آتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ کسی لمحے بھی ٹھہرا ہوا نہیں ہوتا اسی طرح زمین سے تارے چھوٹے دکھائی دیتے ہیں جبکہ حقیقت میں وہ بہت بڑے ہیں۔ جب محسوسات پر سے بھی امام غزالی کا یقین ختم ہو گیا تو انہوں نے سوچا کہ صرف بدیہیات، جو عقلی ہیں ان پر کلی اعتماد کیا جاسکتا کیونکہ اب تک جتنی معلومات میں شک لاحق ہوا ہے اور ان کا اعتبار ختم ہوا ہے وہ صرف عقل کی وجہ سے ہوا ہے۔ امام صاحب لکھتے ہیں کہ میں یہی سوچ رہا تھا کہ دل میں خیال آیا۔

"تم محسوسات پر مکمل اعتماد کرتے تھے کہ عقل کا حاکم آیا اور اس نے محسوسات کو جھٹلا دیا اور اگر عقل کا حاکم نہ آتا تو تم ہمیشہ محسوسات کی تصدیق کرتے رہتے ممکن ہے کہ عقل سے بڑا کوئی اور حاکم بھی موجود ہو اور جب وہ سامنے آئے تو عقل کے فیصلوں کو جھٹلا دے جیسے کہ پہلے عقل کا حاکم آیا تو اس نے حس کے فیصلہ کو مسترد کر دیا اور اس قسم کے ادراک (عقل سے بڑے) کا ظاہر نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اس کا ظاہر ہونا ممکن ہی نہیں"[8]

اس سوچ کی وجہ سے امام غزالی کا عقلی بدیہیات پر بھی اعتماد نہ رہا اور امام غزالی کے اس شک و شبہ کو خواب کے تصور نے اور تقویت پہنچائی انہوں نے خیال کیا کہ ہم خواب میں بہت سی چیزوں کو اصلی تصور کرتے ہیں لیکن جب آنکھ کھلتی ہے تو وہ خیالات و خرافات معلوم ہوتے ہیں اور حقیقت سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا امام غزالی کا خیال ہے کہ ممکن ہے کہ یہ حالت بیداری (زندگی) بھی ایک طرح کا خواب ہو جس کے ٹوٹنے کے بعد اس حالت کی غیر واقعی حقیقت واضح ہو جائے شاید یہ خواب موت سے ٹوٹ جائے۔ انہوں نے سوچا کہ حدیث شریف میں اسی طرف اشارہ ملتا ہے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے

الناس نیام فاذا ما تو انتبہوا

لوگ سوئے ہوئے ہیں جب موت آئے گی بیدار ہو جائیں گے۔

7۔ نفس مصدر ۲۰

امام غزالی پر بے یقینی کی کیفیت دو مہینے تک طاری رہی رفتہ رفتہ اعتدال کی طرف لوٹے اور بدیہیات عقلی پر ان کا اعتماد بحال ہو گیا.

امام غزالی فرماتے ہیں:

"اور یہ تبدیلی کسی دلیل کے زور پر نہیں آئی تھی بلکہ اس کا سبب وہ نور تھا جس سے خداوند قدوس نے میرا سینہ منور فرمادیا تھااور حقیقت یہ ہے کہ یہی وہ نور ہے جو اکثر معارف کی کنجی ہے اور جو شخص یہ گمان کرے کہ کشف کا دارومدار دلائل پر ہے تو گویا اس شخص نے خداوند کریم کی رحمت واسع کو تنگ کر دیا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آیت کریمہ: فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للسلام [9](الانعام۱۲۵)میں الشرح کے معنی دریافت کیے گئے تو آپ نے ارشاد فرمایا"یہ وہ نور ہے جسے اللہ دل میں پیدا فرماتا ہے "اپ سے پوچھا گیا،یارسول اللہ علیہ وسلم!اس کی علامت کیا ہے ؟فرمایا:

التجا فی عن دار الغرور والانابتہ الی دار الخلود

"دنیائے فانی سے منہ موڑ کر حیات ابدی کی طرف متوجہ ہو جانا"[10]

۔(المنقذ من الضلال ۲۲)

اللہ تعالی جب بھی کسی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دین کی سمجھ بوجھ عطا کرتا ہے انسان کو اس نور کی تلاش میں رہنا چاہیے جس سے کشف حاصل ہوتا ہے اور یہ نور کے چشمے ذات خداوندی سے پھوٹتے ہیں اور مومن کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان بابرکت ساعتوں کی تلاش میں رہے۔نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

ان لربکم فی ایام دھرکم نفحات،الا فتعرضوا لگا

ترجمہ:بعض ساعتوں میں تمہارا رب کریم اپنی شان غفوریت سے تجلی فرماتا ہے۔تم ان ساعتوں کی طاق میں رہا کرو۔

مومن کا اصل مقصد یہ ہونا چاہیے کہ وہ طلب جستجو میں انتھک محنت کرے یہاں تک کہ وہ ان امور تک رسائی حاصل کرے جو عقل کی رسائی سے ماوراہیں۔

طلب حق کی راہ پر گامزن گروہ:

امام غزالی نے اپنی تصنیف **"المنقذ من الضلال"** میں طلب حق کی راہ پر گامزن چار گروہوں کا ذکر کیا ہے

---

[9] ۔القرآن:۶/۱۲۵

[10] ۔نفس مصدر ۲۲

1. متکلمین 2. الباطنیہ 3. الفلاسفہ 4. الصوفیہ۔

امام صاحب فرماتے ہیں:

"میں نے فیصلہ کر لیا کہ ان فرقوں کے راستوں پر چل کر ان کے معتقدات کی چھان بین کروں گا، سب سے پہلے علم الکلام، دوسرے نمبر پر فلسفہ پھر فرقے باطنیہ اور آخر میں طریق صوفیاء کا مطالعہ کروں گا"[11]

متکلمین:

سب سے امام غزالی نے طریقہ متکلمین کا مطالعہ کیا آپ نے متکلمین کی کوششوں کو سراہا لیکن ان کے بعض طریقہ کار اور نظریات پر تنقید بھی کی اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ متکلمانہ مباحث اسلام میں نو پید اافکار وعقائد کی تصحیح کے لیے ہیں اور انہوں نے عقائد کو علمی مباحث تک محدود کر دیا ہے ان مباحث سے کتاب و سنت کے ماننے والوں کے افکار کی تصحیح تو کی جاسکتی ہے لیکن دین کے بعض مسائل اور معاملات صرف عقلی دلائل سے حل نہیں کیے جاسکتے۔ یہ مباحث اور دلائل قطعاً ناکافی ہیں

امام غزالی فرماتے ہیں "لہذا علم کلام میرے لیے کافی نہیں تھا اور نہ ہی یہ اس بیماری کا علاج تھا جس میں میں مبتلا تھا"[12]

الفلاسفہ: امام غزالی کو علم الکلام سے جب گوہر مقصود حاصل نہ ہوا تو انہوں نے اپنی توجہ فلسفہ کی جانب دی۔ کیونکہ علمائے متکلمین کا مقصد فلسفہ کے مطالعے سے صرف فلسفیانہ مباحث کی تردید تھی اس لیے وہ صرف مطالعہ برائے تردید کے عادی تھے امام غزالی نے اس روش کو ناپسند کیا اور انہوں نے فلسفہ کا مطالعہ شروع کیا کیونکہ فلاسفہ فلسفیانہ مباحث اور منطق پر یقین رکھنے والے تھے۔ امام غزالی نے سب سے پہلے علوم فلسفہ کو چھ اقسام میں تقسیم کیا۔

۱۔ ریاضی ۲۔ منطق ۳۔ طبیعیات ۴۔ الہیات۔ سیاسیات ۶۔ خلقیات (علم اخلاق)۔

ریاضیات:

امام غزالی نے سب سے پہلے ریاضیات کا تجزیہ کیا اور وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ ریاضیات کا تعلق دینی امور کے اثبات و انکار سے بالکل نہیں ہے یہ برہانی اور یقینی امور ہیں ریاضیات میں کسی طرح کا کوئی شبہ نہیں ہے ریاضیات کی دنیا الگ ہے اور مذہب کی دنیا الگ ہے لیکن اکثر یہ ہوتا ہے کہ لوگ علوم فلسفہ میں ریاضیات کو الگ کر کے نہیں دیکھ پاتے اور اس غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں کہ جس طرح ریاضیات قطعیت پر مبنی ہے اسی طرح وہ فلسفہ کی ان ساری باتوں کو بھی قطعی سمجھنے لگتے ہیں جن کا تعلق وہم و گمان سے ہے اس طرح ریاضیات نادانوں کے لیے بالواسطہ طور پر گمراہی کا باعث بن جاتا ہے جو اس بات کو نہیں سمجھ سکتے کہ ایک فن کا ماہر دوسرے فن میں حماقتیں بھی کر سکتا ہے۔

[11] ۔۔۔ نفس مصدر ۲۵

[12] ۔۔ نفس مصدر ۲۷

منطق:

منطق کے بارے میں امام غزالی کا خیال ہے کہ اس کا تعلق دین کے اثبات یا انکار سے قطعاً نہیں ہے امام غزالی منطق سے پیدا ہونے والی اس گمراہی کے قائل ہیں کہ اس فن کے ماہرین نتیجے کی قطعیت کے لیے جو شرطیں بیان کرتے ہیں ان کو صحیح طور پر الٰہیات میں نبھا نہیں پاتے ہیں اور اس طرح تاریکی ان کا مقدر بن جاتی ہے اور لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب مناطقہ دین کے مخالف باتیں کر رہے ہیں تو وہ باتیں غلط کیسے ہو سکتی ہیں؟

طبیعیات:

طبیعیات کے بارے میں امام غزالی کی رائے ہے کہ یہ علم اس کائنات سے اسی طرح بحث کرتا ہے جس طرح فن طب جسم کے احوال سے بحث کرتا ہے تو جس طرح طب کو تسلیم کرنے یا نہ کرنے کا تعلق دین کو تسلیم کرنے یا نہ کرنے سے نہیں ہے اسی طرح طبیعیات کے اقرار یا انکار کو بھی دین سے کوئی تعلق نہیں ہے طبیعیات کے بعض مسائل ایسے ہیں جن میں فلاسفہ نے اپنی حدیں توڑ دی ہیں اور وہ یہ بھول گئے ہیں کہ کائنات اپنے خالق کے دست قدرت میں ہے اور یہی بات نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض امور میں فلاسفہ اپنی حد توڑ کر آگے بڑھ گئے ہیں

الہیات:

الہیات کے بارے میں امام غزالی کا خیال ہے کہ فلاسفہ نے الہیات میں بہت ٹھوکریں کھائی ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نتیجے کی قطعیت کے لیے منطق میں انہوں نے جو اصول قائم کیے تھے الیہات میں پوری طرح انہیں نبھا نہ سکے امام غزالی نے الہیات میں فلاسفہ کی غلط فہمیوں کو 20 حصوں میں تقسیم کیا جن میں تین کو کفر اور 17 کو بدعت قرار دیا اور جن تین غلط فہمیوں کو کفر قرار دیا ہے وہ یہ ہیں۔

1۔اجسام کا حشر نہیں ہو گا، ثواب و عذاب صرف روحانی ہو گا۔

۲۔اللہ کو صرف کلیات کا علم ہے، جزیات کا نہیں۔

۳۔کائنات ازلی اور قدیم ہے۔

امام غزالی نے ان تمام مسائل کی تحقیق و تردید کے لیے "**تہافتہ الفلاسفہ**" تصنیف فرمائی۔

سیاسیات:

سیاسیات کے بارے میں امام غزالی فرماتے ہیں کہ اس کا تعلق دینوی امور سے ہوتا ہے اور ان چیزوں کا ماخذ انبیاء کرام پر نازل ہونے والی کتابیں ہیں اور یا وہ حکمتیں جو انبیاء سابقین سے منقول ہیں۔

خلقیات:

امام غزالی نے علوم فلسفہ میں اخلاقیات کے بارے میں بھی بحث کی ہے ان کا خیال ہے کہ فلاسفہ کی اخلاقی تعلیمات زمانہ قدیم کے انبیاء صالحین اور صوفیاء کے اقوال واحوال سے ماخوذ ہیں اس لیے ان تعلیمات کو صرف اس وجہ سے رد نہیں کیا جا سکتا کہ وہ فلاسفہ کی زبانوں سے ہم تک پہنچی ہیں۔ بعض کم عقل لوگوں کا خیال ہے کہ یہ چیزیں فلسفیوں کے غلط اعتقادات کے ساتھ ملی ہوئی ہیں اس لیے ان کو نظر انداز کر دینا چاہیے لیکن یہ ان لوگوں کی کم عقلی ہے کہ وہ لوگوں کے ذریعے حق کو پہچاننے کی کوشش کرتے ہیں امام غزالی نے حق کو پہچاننے کے لیے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کا فرمان بطور دلیل بیان کیا ہے۔

"حق کو لوگوں کے ذریعہ نہ پہچانو! بلکہ حق کی معرفت حاصل کرو، اہل حق خود بخود تمہیں نظر آجائیں گے "[13]

حقیقت میں صاحب بصیرت شخص وہ ہوتا ہے جو پہلے حق کو سمجھتا ہے اور پھر کسی قول کا تجزیہ کرتا ہے اور اگر وہ قول حق ہو تو اسے قبول کر لیتا ہے خواہ اس کا قائل اہل حق میں سے ہو یا اہل باطل میں سے۔

گمراہ لوگوں کی کتب کے مطالعہ سے اجتناب:

امام غزالی اپنی تصنیف **"المنقذ من الضلال"** میں بیان فرماتے ہیں۔

"کہ اب اکثر لوگ اپنی ذات کے متعلق یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ بڑے ہوشیار اور ماہر ہیں حق کو باطل سے اور ہدایت کو گمراہی سے اپنی عقل کے زور پر تمیز کر سکتے ہیں اس لیے ضروری ہے کہ جہاں تک ممکن ہو تمام لوگوں کو گمراہ لوگوں کی کتابوں کے متعلق سے روکا جائے"

کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی کلام کی نسبت کسی ایسے شخص کی طرف کر دی جاتی ہے جسے لوگ اچھا سمجھتے ہیں تو وہ اس کی بات کو تسلیم کر لیتے ہیں خواہ وہ بات غلط ہی کیوں نہ ہو اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وہ کسی بات کی نسبت ایسے شخص کی طرف کر دی جاتی ہے جسے لوگ برا سمجھتے ہیں تو لوگ اس بات کو ٹھکرا دیتے ہیں خواہ وہ بات حق ہی کیوں نہ ہو۔

امام غزالی فرماتے ہیں "اسی آفت سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ لوگوں کو فلاسفہ کی کتب کے مطالعے سے باز رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ ان کے مطالعہ سے لوگوں کے دھوکہ کھا جانے کا اندیشہ ہے۔ اس لیے جس طرح تیراکی سے نا آشنا آدمی کو ساحل کے پھسلن سے دور رکھنا ضروری ہے اسی طرح لوگوں کو ان کی کتب کے مطالعے سے باز رکھنا ضروری ہے."[14]

امام غزالی نے ایک عالم شخص کے لیے ضروری قرار دیا ہے کہ وہ لوگوں کو اس آفت سے بچانے کے لیے ان کے

---

13 ۔۔۔ نفس مصدر ۴۵

14 ۔۔۔ نفس مصدر ۴۹۔

سامنے ان کتب کا مطالعہ نہ کرے۔ ایک عالم شخص کو چاہیے کہ وہ فلاسفہ کی کتب کا مطالعہ کرے اور حق اور باطل میں تمیز کرے اور حق کے متلاشیوں کو حق بات بتانے میں بخل سے کام نہ لے۔

الباطنیہ:

امام غزالی کے عہد میں مسلمانوں کا ایک طبقہ باطنیہ کا تھا باطنیہ (اسماعیلی فرقہ) امام معصوم کو حق کا واحد ذریعہ ماننے والے تھے. ان کا خیال تھا کہ ادراک حقیقت اور فہم شریعت کے سلسلے میں صرف امام معصوم کا قول حجت ہو سکتا ہے لوگ اس کے لیے امام معصوم کے محتاج ہیں جو امام نظروں سے غائب ہیں وہ ایک دن ضرور سامنے آئیں گے کتاب و سنت کے نصوص کے سلسلے میں وہ جو تفہیم کریں گے وہ شک سے ماورا اور قابل اعتماد ہو گی۔ امام غزالی فلسفیانہ علوم و فنون سے فراغت کے بعد باطنیت کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ نے محسوس کیا کہ یہ طبقہ اپنی غلط فہمیوں پر رفتہ رفتہ دلیر ہو تا جارہا ہے اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ جو لوگ ان کا رد کرتے ہیں ان کا طرز استدلال بہت کمزور ہے وہ صحیح طور پر باطنیت کو سمجھتے ہی نہیں ہیں آپ نے باطنیت کو گہرائی سے سمجھنے کی کوشش کی اور جب ان کی بے اعتدالیاں آپ پر واضح ہو گئیں تو آپ نے ایک ایک کر کے ان کے شبہات اور دلائل کو ترتیب وار پیش کیا اور پھر ان کا جواب دیا۔ آپ نے باطنیہ کی تعلیمات پر تنقید بھی کی ہے کیونکہ یہ فرقہ اسلام کے بنیادی عقائد کو نقصان پہنچا رہا تھا باطنیہ کی تعلیمات کے مطابق صرف امام معصوم ہی دین کو سمجھنے کا ذریعہ ہیں جبکہ آپ نے قرآن و سنت کو علم کا اصل منبع قرار دیا۔

صوفیاء:

طریقہ متکلمین، طریقہ فلاسفہ اور طریقہ باطنیہ کے مطالعہ سے جب آپ اپنی مراد نہ پا سکے تو آپ نے صوفیاء کے طریقے کا مطالعہ شروع کیا۔ آپ نے صوفیا کی منتشر تحریروں اور حالات کا مطالعہ کیا اور اس نتیجے پر پہنچے۔

"کہ صوفیاء کا طریقہ علم اور عمل دونوں سے تکمیل پذیر ہوتا ہے ان کی تعلیمات کا حاصل یہ ہے کہ نفس کی خواہشات کو ترک کر دیا جائے. اخلاق رذیلہ اور صفات خبیثہ سے دامن بچائے جائے. حتیٰ کہ ان کوششوں کے ذریعے دل کی کیفیت یہ ہو کہ وہاں خداوند قدوس کے سوا کسی چیز کا تصور نہ رہے اور دل ذکر الٰہی کی تنویرات سے روشن اور منور ہو جائے"[15]

آپ نے سوچا کہ صوفیا کا راستہ سب سے زیادہ قابل قبول اور درست ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو علم و عمل کے ذریعے اللہ تک پہنچنے کا حقیقی راستہ اختیار کرتے ہیں صوفیا کی تصوف سے متعلق کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد ذات خداوندی، نبوت اور آخرت پر کامل ایمان و یقین کی دولت آپ کو حاصل ہو گئی۔ لیکن آپ اس نتیجے پر پہنچے کہ سعادت اخروی کا حصول تقویٰ

[15] ____ نفس مصدر ۲۶

میں مضمر اور اس کے لیے ضروری ہے کہ دار فانی سے کنارہ کشی اختیار کی جائے اور دار آخرت سے لو لگائی جائے۔ آپ فرماتے ہیں.

"میں نے اپنے اعمال کا جائزہ لیا تو مجھے اپنا سب سے بڑا عمل تدریس و تعلیم ہی نظر آیا لیکن مجھے پتہ چلا کہ تعلیم و تدریس میں بھی میری توجہ غیر اہم امور پر رہی ہے اور آخرت کے نقطہ نظر سے وہ قطعی طور پر غیر مفید ہیں۔ پھر میں نے تدریس کے سلسلے میں اپنی نیت کا جائزہ لیا تو مجھے پتہ چلا کہ تعلیم و تدریس میں میری نیت خالصتاً رضائے الہی کا حصول نہیں تھی بلکہ مجھے اس کام پر جاہ و جلال اور شہرت کی خواہش نے آمادہ کیا تھا یہاں پہنچ کر مجھے یقین ہو گیا کہ میں تباہی کے کنارے پہنچ گیا ہوں اور اگر میں اپنے احوال کی تلافی نہیں کرتا تو میں آگ کے کنارے پہنچ چکا ہوں"[16]۔

امام غزالی تقریباً چھ ماہ غور و فکر کرتے رہے آخر کار آپ نے بغداد سے کوچ کیا اور شام آگئے تقریباً دو سال تک وہاں مقیم رہے۔ آپ لکھتے ہیں۔

"وہاں مجھے تنہائی خلوت، ریاضت و مجاہدہ، تزکیہ نفس، تہذیب و اخلاق کے لیے جدوجہد اور دل کو ذکر الہی کے لیے صاف کرنے کی کوششوں کے سوا کوئی کام نہ تھا اور یہ چیزیں میں نے علم صوفیاء سے حاصل کی تھیں"۔

آپ کے دل میں حج ادا کرنے کی خواہش پیدا ہوئی تو آپ نے حجاز کے لیے رخت سفر باندھا پھر حالات نے آپ کو وطن واپس لوٹنے کی طرف متوجہ کیا اور آپ وطن واپس لوٹ آئے۔

مسلک صوفیا کے بارے میں آپ اپنی کتاب "**المنقذ من الضلال**" میں لکھتے ہیں "مجھے یہ یقین ہو گیا کہ صوفیاء کا گروہ ہی وہ گروہ ہے جو خالصتاً اللہ تبارک و تعالی کے راستے پر گامزن ہے۔ ان کی سیرت تمام لوگوں کی سیرتوں سے بہتر ہے۔ ان کا اخلاق سب سے اچھا ہے۔ ان کا راستہ ہی صحیح ترین راستہ ہے"[17]

حقیقت نبوت:

نبوت اس ذریعہ علم کا نام ہے جس سے ایک آنکھ پیدا ہوتی ہے۔ جس آنکھ میں ایسا نور ہوتا ہے جس کی روشنی میں غیب بے حجاب ہوتا ہے۔

اللہ تعالی نے انسان کو عقل سے نوازا ہے لیکن امام غزالی اپنے مطالعہ و تحقیق اور تلاش جستجو کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ ایمانیات کے فہم کے لیے عقلی ذرائع ناکافی ہیں۔ اور ایمانیات کے واقعی ادراک کا راستہ صرف کشف کا راستہ ہے جو صوفیاء کا راستہ ہے۔ امام غزالی فرماتے ہیں

---

16 ۔۔ نفس مصدر ۶۸

17 ۔۔ نفس مصدر ۷۲

"انبیاء کرام علیہم السلام امراض قلب کے لیے طبیب ہیں اور عقل کا فائدہ اور اس کا تصرف اتنا ہے کہ ہم اس کے ذریعہ اس مذکورہ حقیقت کو سمجھ جائیں۔ عقل نبوت کی تصدیق کرے اور اس بات کا اقرار کرے کہ جو کچھ نگاہ نبوت دیکھتی ہے وہاں تک عقل کی رسائی نہیں۔ عقل کا کام یہ ہے کہ ہمارا ہاتھ پکڑ کر ہمیں نبوت کے حوالے کر دے جس طرح کے اندھوں کو راستہ دکھانے والوں کے سپرد کر دیا جاتا ہے اور مریضوں کو مہربان طبیب کے حوالے کیا جاتا ہے یہاں تک تو عقل کی پہنچ اور رسائی ہے اس کے بعد عقل عاجز ہے ہاں اس کے بعد عقل یہ کر سکتی ہے کہ طبیب (نبی) جو کچھ فرمائے اسے سمجھ لے"[18]

امام غزالی کے نزدیک فساد کے چار اسباب:

امام غزالی نے لوگوں کے اعتقادات کا جائزہ لیا کہ لوگوں کے اعتقادات اصل نبوت، حقیقت نبوت اور نبوت کی تعلیمات پر عمل کرنے کے متعلق خراب ہو گئے ہیں اور لوگ کئی فرقوں میں بٹ گئے ہیں جب ان اسباب کو معلوم کرنے کی کوشش کی تو فساد کے چار اسباب معلوم ہوئے۔

پہلا سبب: علم فلسفہ میں انہاک رکھنے والوں کی طرف سے پیدا ہوتا ہے.

دوسرا سبب: طریق تصوف میں انہاک رکھنے والوں کی طرف سے پیدا ہوتا ہے.

تیسرا سبب: ان لوگوں کی طرف سے پیدا ہوتا ہے جو امام معصوم سے تحصیل علم کا دعوی کرتے ہیں۔

چوتھا سبب: لوگوں کے درمیان نام نہاد علماء کا کردار ہے

اور ان چار اسباب کی وجہ سے امت مسلمہ مسائل کا شکار ہے اور ان کا روحانی سکون ختم ہو گیا ہے۔ امت مسلمہ کو اسلام کی اصل تعلیمات کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہے

علم، باعمل ہو:

نبوت پر ایمان لانے اور شریعت کی تصدیق کرنے کے باوجود شرعی احکام میں سستی ایک ایسا مرض ہے جس میں عام آدمی سے لے کر علماء تک ملوث ہیں۔ امام غزالی نے مختلف طبقے کے لوگوں سے مختلف طریقے سے سوال کیے لوگوں نے مختلف عذر پیش کیے تو امام غزالی میدان میں آئے اور اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ آپ نے علم اور عمل دونوں کو ضروری قرار دیا۔

عصری معنویت:

عصر حاضر میں امت مسلمہ کو بہت سے مسائل کا سامنا ہے۔ جن میں روحانی اور اخلاقی تعلیم کی کمی، اتحاد کا فقدان، مذہبی انتشار، فرقہ پرستی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ امت مسلمہ کو ان تمام مسائل کا سامنا صرف اور صرف دین کی دوری کی

18۔۔ نفس مصدر ،۸۶

وجہ سے ہے اور امت مسلمہ نے اتنے فرقے ایجاد کر لیے ہیں کہ حق کی پہچان مشکل ہو گئی ہے آج کل لوگوں نے حق کو لوگوں کے ذریعے سمجھنا شروع کر دیا ہے اور لوگوں کو حق کے ذریعے سمجھنے کی کوشش چھوڑ دی ہے اور یہی گمراہی کی سب سے بڑی وجہ ہے۔ حق اور باطل کے ایک دوسرے کے نزدیک ہونے سے نہ حق باطل ہوتا ہے اور نہ باطل حق۔مادیت پرستی کے اس دور میں امام غزالی کی تعلیمات ایک قیمتی نسخے کی حیثیت رکھتی ہیں۔دور حاضر میں ہر شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے نفس کا محاسبہ کرے تاکہ وہ حق کے راستے کو پہچان کر اللہ کا قرب حاصل کر سکے۔

خلاصہ:

ذوق جستجو بڑی دولت ہے اور امام غزالی کو قدرت نے یہ دولت وافر مقدار میں عطا فرمائی تھی۔اور اسی ذوق کی انتہا تھی کہ آپ نے اپنے عہد کی تمام تر تاریکیوں سے گزر کر بے اعتدالیوں کو گہرائی سے سمجھا اور ان کے علاج کے لیے کمربستہ ہوئے اور آخر کار آپ کامیاب ہوئے۔یہ کتاب آپ کی فکری اور روحانی جدوجہد کا عکس ہے۔اپنی تصنیف "**المنقذ من الضلال**" میں آپ نے اپنے فکری سفر پر روشنی ڈالی ہے اگر دیکھا جائے تو یہ کتاب بہت زیادہ طوالت نہیں رکھتی لیکن اپنے اختصار میں بھی یہ اپنے بطن میں بے شمار اسرار ورموز رکھتی ہے اور لائق تعریف ہے۔"**المنقذ من الضلال**" امام صاحب کی زندگی کے مدوجزر کی داستان ہے آپ نے تمام عقلی علوم کے برعکس تصوف ہی کو راہ حق قرار دیا اور صوفیا کے راستے کو ہی درست راستہ قرار دیا جو دنیا اور آخرت میں فلاح کا ذریعہ ہے۔

سفارشات:

۱۔ امام غزالی کے لٹریچر کی تقسیم اور افکار کی تشہیر عوامی سطح پر کی جائے۔

۲۔ طلباء کی اخلاقی اور روحانی تربیت کے لیے امام غزالی کی تعلیمات کو نصاب کا حصہ بنایا جائے۔

۳۔ امام غزالی کی فکر، اسلامی فکر ہے۔اپنے بچوں اور شاگردوں کو اس سے روشناس کروایا جائے

۴۔ والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ امام غزالی کی کتب کا مطالعہ کریں اور اپنے بچوں کو بھی ان کتب کا مطالعہ کرنے کی ترغیب دیں۔

۵۔ امام غزالی کی فکری، روحانی اور اخلاقی تعلیمات کا استعمال کرتے ہوئے فرقہ واریت اور مذہبی انتشار کو کم کرنے کے لیے سیمینار اور کانفرنسوں کا انعقاد کیا جائے

۶۔ سکولوں، کالجز اور یونیورسٹیوں میں ایسے پروگرام تشکیل دیے جائیں۔جن میں تقاریر اور بحث ومباحثہ کے ذریعے امام غزالی کی فکری، اخلاقی اور روحانی تعلیمات کو عام کیا جائے۔

مصادر ومراجع:

۱۔القرآن

۲۔محمد بن اسماعیل، **صحیح بخاری**،کتاب جنازے کے احکام و مسائل ،باب مشرکین کی نابالغ اولاد کا بیان، جلد ۲، حدیث۱۳۸۵۔

۳۔امام محمد غزالی،**المنقذ من الضلال(اجالوں کا سفر)**،مترجم علامہ عبد الرسول ارشد،ناشر ضیاء القرآن پبلیکیشنز،لاہور:اپریل۱۹۹۹ء،

۴۔ مولوی سید ممتاز علی ،**خیر المقال فی ترجمہ المنقذ من الضلال** ،لاہور:مترجم چیف کوٹ پنجاب، ۱۸۹۰ء